رسائل و مسائل

معاشی مشکلات اور ناجائز آمدنیاں

شعبۂ استفسارات - منصورہ - لاہور

سوال :- ترجمان القرآن کا ایک عرصے سے مسلسل قاری ہوں - آپ کے اشارات پڑھ کر فوراً ایک جذبات کا سیلِ رواں اُٹھتا ہے - لیکن فوراً ہی جب عملی قدم اُٹھایا جاتا ہے تو جھاگ کی طرح یہ جذبات بیٹھ جاتے ہیں -

میں بنک دولتِ پاکستان راولپنڈی میں ملازم ہوں - یہاں پیچیدگیاں کچھ اس قسم کی ہیں کہ ایک آدمی اگر کچھ کام کرنا بھی چاہے تو نہیں کر پاتا - ہر ہر قدم پر غلط کام ہوتے ہیں - مجبوراً ہی سہی لیکن کرنے تو بہر حال پڑتے ہیں - مثلاً آج کل میں بنک کے (VERIFICATION DEPARTMENT) میں کام کرتا ہوں - یہاں پُرانے اور بوسیدہ نوٹوں کی گنتی کرکے ان کو جلانا ہوتا ہے - لیکن صورتِ حال یوں ہے کہ نوٹ گنے نہیں جاتے اور دستخط کر دیئے جاتے ہیں کہ ہم نے نوٹ گنے ہیں - اب آپ کوئی راہ بتائیں کہ ہم ایسی صورت میں کیا کریں ؟

چھٹی کے لیے ہی درخواست دینی ہو تو روایت یہی ہے کہ گھر سے بیماری کی درخواست بھجوا دی جائے ، چاہے بندہ بیمار ہو یا نہ ہو -

بنک میں ہر سال سیلاب فنڈ ملتا ہے - تمام ملازمین کو ایک گوشوارہ لکھ کر دینا ہوتا ہے کہ میرا اتنا نقصان ہوا ہے - جب کہ صورتِ حال یکسر مختلف ہوتی ہے -

بالکل اسی طرح ہمیں مکان کی (CEILING) ملتی ہے اور ایک اسٹامپ پیپر

پہ باقاعدہ اقرار کیا جاتا ہے کہ کرایہ دار اور مالک مکان کے مابین اتنا کرایہ ہے وغیرہ وغیرہ لیکن یہاں بھی مسئلہ وہی ہے اور غلط بیانی صد فی صد ہوتی ہے۔

یہ تو چند ایک چیزیں ہیں ورنہ تو کیا کیا نہیں ہوتا پھر صرف ایک بنک کی ملازمت میں ہی نہیں، تمام شعبوں میں قریب قریب ان ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

معاشی مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں پھر فی زمانہ اتنی ہوشربا مہنگائی ہے کہ بیان سے باہر۔ اگر نوکریاں چھوڑیں تو پھر کیا کریں؟ زراعت ہم نہیں کر پاتے، بلکہ مسئلہ تو یہ ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ہاتھ ڈالا جائے تو کوئلے کی دلالی میں منہ کالا والی بات نظر آتی ہے۔ ہر چند کہ یہ سب مجبوریاں ہیں۔ ہوسکتا ہے بلکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو مستثنیات قرار دے کہ وقتی طور پر طفل تسلی حاصل کی جاتی ہے لیکن ذہن میں جو چبھن رہتی ہے اُس کا مداوا کیسے ہو؟ اور کیونکر ہو؟ سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم جب دعوتِ اسلام لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو ہم خود جھجک محسوس کرتے ہیں جب کہ یہ آیت سامنے ہوتی ہے کہ "تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں"۔ اور یہ ہے بھی حقیقت کہ اگر ہم خود ایک بات پر عمل پیرا نظر نہیں آتے تو ہماری دعوت کیا اثر کرے گی؟

جب ایسے حالات ہوں تو پھر ہمارے لیے لائحہ عمل کیا ہو۔ بار بار سوچا لیکن عقل معطّل ہو جاتی ہے، فکر ٹھٹھر جاتی ہے۔ بالآخر نظر انتخاب آپ ایسے دانشوروں پر پڑتی ہے کہ یہی حضرات ہماری رہنمائی کے لیے کوئی عمدہ حل تجویز کرسکتے ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ جامع قسم کی ہدایات دیں گے تاہم کچھ تو مطمئن ہوسکیں۔

جواب: خط ملا اور اس پیچیدگی کی تفصیل معلوم ہوئی جو آپ کو درپیش ہے۔ دراصل پورے معاشرے میں یہ کشمکش ہر سطح کے لوگوں کو درپیش ہے۔ ایک طبقہ (زیادہ بڑا) کا خیال یہ ہے کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی اس جنگ میں ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔ دوسرے نسبتاً کم تعداد گروہ کا ایمانی فیصلہ یہ ہے کہ یہ جنگ ہر حال میں لڑتے رہنا ہے،

کیونکہ خدا اور رسولؐ کا بتایا ہوا راستہ یہی ہے۔

اب جس کا جی چاہے وہ راستہ پسند کرلے، اور جس میں ہمت ہو وہ "تو بازمانہ ستیز" کا مسلک اختیار کرلے۔

اب چند سوالات کے تفصیلی جواب:۔

۱۔ آپ خراب شدہ نوٹوں کو گن کر بھی رپورٹ مرتب کر سکتے ہیں۔

۲۔ آپ چھٹی کی درخواست اس صورت میں دیں جب کہ حقیقت میں بیماری یا دوسری کوئی شدید وجہ موجود ہے، ورنہ ایسا نہ کریں۔

۳۔ آپ اپنی حد تک نقصان کا گوشوارہ صحیح داخل کریں۔

۴۔ مکان کے مسئلے میں جو قرض یا مدد ملتی ہے، اس کے لیے کوئی غلط صورت اختیار نہ کریں۔

جہاں تک معاشی تنگ دستی کا تعلق ہے، دو گزارشات کرتا ہوں:۔

ایک یہ کہ زندگی کے معیار ـــــ مکان کی مکانیت، لباس، سواری، سامانِ آرائش سامانِ آسائش وغیرہ ـــــ پر قابو پائیں۔ آمدنی کے مطابق اسے اس حد تک رکھیں کہ کام چل سکے۔ سوسائٹی کے (STATUS) کی پروا نہ کریں۔

دوسرے یہ کہ ضمناً کوئی دوسرا ذریعہ معاش (PART TIME) آپ یا آپ کے گھر والے ہاتھ میں لیں۔

یہ راستہ چھوڑ دیں تو کوئی بھی آمدنی ایسی نہیں ہے جس پر آپ مطمئن ہو سکیں اور جو خواہشوں اور معاشرے کے رواجوں کا ساتھ دے سکے۔

سیدھی طرح اللہ کے سامنے یہ بات رکھ دیں کہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ رزقِ حلال میں میں تجھی سے وسعت چاہتا ہوں، تو جتنا کچھ دے اس پر شکر کرنے والا بندہ ہوں۔ جب یہ بات ضمیر میں بیٹھ جائے گی تو آپ کو باہر کی کسی شان و شوکت پر رشک نہیں آئے گا اور آپ اپنی حلال آمدنی کی حد ہی میں گزر بسر کر کے خوشی محسوس کریں گے۔

اب یہ آپ کا اپنا کام ہے کہ اپنے لیے مسلک کا فیصلہ کریں۔ کسی مفتی کے فتوٰی پر اس کا دارومدار نہیں ہے۔

(نعیم صدیقی)

ٹیوبی بچے

سوال :- خدا ہمیں راہِ حق میں استقامت عطا فرمائے۔

میرا سوال ہے کہ (TEST TUBE) بے بی کی وبا ہر طرف پھیلتی جا رہی ہے پچھلے ہفتے سعودی عرب میں بھی ایک ایسے بچے کی پیدائش ہوئی۔ اس سلسلہ میں تفصیلی اور تحقیقی مقالہ ترجمان القرآن میں آجائے تو اچھا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو مجھے ضرور لکھ دیجئے کہ ایسے بچے کی نسبت کس طرح ہوگی۔ وراثت کا حق کس طرف سے ہوگا اور پھر دوسرے مرد سے (SPERM) اور دوسری عورت کا (OVUM) مل کر بچے کا نسب کس طرح ہوگا۔ خاوند اور بیوی کا SPERM اور OVUM TEST TUBE میں FERTILIZE کر کے پھر ماں کے رحم میں رکھ دینا تو جائز لگتا ہے، لیکن غیر مرد اور غیر عورت کے جراثیم کا اختلاط اسلام کی تعلیمات کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی جواب مرحمت فرمائیے۔

دوسری بات ایک (INFORMATION) ہے۔ نجران جو کہ تاریخی شہر ہے۔ اس میں اصحٰب الاخدود کا وہ تاریخی مقام ہے جس کا ذکر سیدؒ صاحب نے جلد ششم تفہیم القرآن میں سورہ البروج میں تفصیل سے کیا ہے۔ سید صاحبؒ اپنے سفر ارض القرآن میں شاید اُدھر نہ تشریف لا سکے۔ میں نے اس مقام کی کچھ تصاویر لی ہیں۔ اگر آپ کہیں تو وہ تفہیم القرآن میں متعلقہ مقام پہ لگائی جا سکتی ہیں تاکہ یہ کمی بھی پوری ہو سکے۔ آپ کے حکم پر وہ تصاویر میں آپ کو بھجوا سکتا ہوں۔

جواب :- موجودہ "ترقی یافتہ" مغربی دنیا کا معاشرہ چونکہ اخلاقی قدروں کو تباہ کر چکا ہے، اس لیے وہاں اب جو بھی تحقیقات و ایجادات ہوتی ہیں - ان میں یہ ملحوظ نہیں رکھا جاتا کہ کسی امر کی اخلاقی حیثیت کیا ہے۔

سنتے ہیں کہ گھوڑوں کی اچھی نسلیں حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ رائج تھا کہ گھوڑے کا مادّہ تولیدی نلکی میں لے کر مقررہ وقت کے اندر کسی گھوڑی کے رحم میں پہنچا دیا جاتا تھا۔ لیکن اب تو انسان خود کو جانوروں کی سطح سے بھی نیچے لے آیا ہے۔ جن معاشروں میں یوں بھی حرام اولادیں ہر طرف پیدا ہو رہی ہوں

اور کنواری ماؤں کا ایک وسیع طبقہ موجود ہو اور جہاں ایک ایک عورت کئی کئی مردوں کو آسودہ کرتی پھر رہے، چاہے وہ شوہر دار ہو، وہاں ٹیوبی بچوں کے حلال یا حرامی ہونے کو کون دیکھے گا۔ یہ تو صرف ایک سچا مسلمان ہی ہے جو خیر و شر، جائز و ناجائز اور حلال و حرام میں تمیز کرتا ہے۔

میرے خیالات اس معاملے میں یہ ہیں:-

۱- اس طرح کے اکا دکا تجربات چاہے جانوروں یا انسانوں کے متعلق ہوں (حرام طریق سے نہیں) سائنسی تحقیقات اور معلومات افزائی کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔

۲- مگر انسانوں میں نسل کشی کا یہ مستقل طریقہ ہرگز درست نہیں جس میں ایک مرد باپ ہونے کے بہت سے فرائض اور عورت ماں ہونے کی بہت سی ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو جائے کیوں کہ صرف فطری طریقہ ہی وہ احساسات اور اخلاقی ایثار اور تحمل و مشکلات کے اوصاف پیدا کرتا ہے۔ اس راستے سے ہٹنے کے معنی انسانی قدروں سے دور تر ہونے کے ہیں۔

۳- غیر منکوحہ مرد و زن یا شوہر اور بیوی کے علاوہ کسی بھی دوسرے کے تولیدی جینز کے ملاپ سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ حرام کی اولاد تو لازماً ہوگی، خواہ وہ رحمِ نسوانی میں پرورش پائے یا کسی ٹیوب میں۔

۴- اولاد اگر حرام کی ہو تو اس کے لیے وراثت اور دیگر معاملات میں وہی احکام ہوں گے جو شریعت کے ہیں۔

۵- کسی بانجھ عورت یا بانجھ مرد کی مشکلات کا حل یہ نہیں ہے کہ ان کے لیے مادہ تو کسی دوسرے ذریع کا حاصل کر لیا جائے۔

اوّل تو اب ایسے ہارمون اور دیگر ادویہ اور انجکشن اور آپریشن سامنے آرہے ہیں کہ بانجھ پن کا علاج ممکن ہے۔ اگر آج نہیں تو کل ضرور ہوگا۔

لیکن اگر بانجھ پن سے نجات ممکن نہ ہو تو آخر پیدائشی طور پر کئی بچے اندھے، گونگے، بہرے اور لنگڑے بھی پیدا ہوتے ہیں۔

بہت سی عورتیں بانجھ ہونے کے باوجود، یا بہت سے جوڑے بے اولاد ہونے کے باوجود دوسری خوبیوں کی وجہ سے ایسی اچھی زندگی گذارتے ہیں کہ کسی دوسرے کو احساس تک نہیں ہوتا کہ اُن کے ہاں کوئی کمی ہے۔ ایسی دو ایک اچھی مثالیں میرے سامنے ہیں۔ (نعیم صدیقی)

مدعی کے حق دعویٰ پر تحدید

سوال :۔ بعض معاملات کو عدالت میں فیصلہ کے لیے لے جانے کے لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ مقدمہ ایک خاص مدت میں دائر کیا جائے ۔ مدت گزر جانے کے بعد عدالت کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ مقدمہ کی سماعت کرے یا نہ کرے ۔ سماعت کی صورت اس وقت ممکن ہے جب کہ مدعی کی طرف سے تاخیر کی معذرت کی جائے ۔ عدالت کو اختیار ہے کہ مدعی کی معذرت قبول کر کے سماعت کے بعد مقدمہ کا فیصلہ کرے یا قانون تحدید مدت (LIMITATION ACT) کے تحت اس مقدمہ کو خارج کر دے ۔

ایسے کئی قوانین پاکستان میں نافذ العمل ہیں مثلاً ایک شخص کی جائیداد اراضی پر کوئی دوسرا شخص ناجائز طور پر متصرف ہو جائے اور اس کے قبضہ پر بارہ یا بیس سال گزر جائیں تو عدالت اسی قانون تحدید مدت کے تحت اس زمین کو اس کے اصل مالک کو واپس نہیں دلوا سکتی ۔ اور مدعی کے مقدمہ کو سماعت کیے بغیر خارج کر دیتی ہے ۔ اسی طرح سرکاری یا غیر سرکاری کاروباری اداروں میں اسی نوعیت کا قانون ملازمین کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کا نام قانون ادائیگی اُجرت (PAYMENT OF WAGES ACT) ہے اس قانون کی ایک شق کی رُو سے ملازم اپنی تنخواہ یا اُجرت کا دعویٰ تنازعہ شروع ہونے یا مالک ادارہ کے انکاری جواب دینے کے چھ ماہ کے اندر اندر کر سکتا ہے اور عدالت اس کے حق میں فیصلہ دے سکتی ہے ۔ بعد میں اسی قانون میں ترمیم کر دی گئی ۔ اور اس کے دعویٰ کرنے کی مدت کو چھ ماہ کے بجائے تین سال تک بڑھا دیا گیا ۔ اب اگر کوئی شخص اُجرت نہ ملنے کی صورت میں اس کے حصول میں تنازعہ شروع ہونے یا آجر کی طرف سے جواب ملنے کے تین سال بعد اپنی غصب شدہ تنخواہ کا دعویٰ کرے تو زائد المیعاد (TIME BARRED) ہونے کی وجہ سے عدالت سے اس کا مقدمہ خارج ہو جائے گا ۔

سوال یہ ہے کہ انگریزی دور کے بنائے ہوئے یہ قوانین اسلام نظام عدل

کی رُو سے جائز ہیں یا ناجائز۔ اگر جائز ہیں تو کتاب وسنت کی رُو سے اُن کے جواز کی کیا دلیل ہے اور اگر ناجائز ہیں تو اس ناروا ظلم میں مظلوم کی داد رسی کے از روئے قرآن مجید، احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ مجتہدین کی فقہ کی رُو سے ان قوانین کے عدم جواز ہونے کے دلائل کیا ہیں؟

جواب:۔ آپ کے استفسار کا جواب یہ ہے کہ "مرورِ زمانہ" سے حقدار کا حق ساقط نہیں ہو جاتا اگرچہ زمانہ بہت طویل ہی کیوں نہ ہو۔

البتہ حکومت دعویٰ کی سماعت کے لیے ایک زمانے کا تعین کرسکتی ہے اور اس سلسلہ میں قانون بنا سکتی ہے، لیکن اس قانون میں کچھ شرائط ملحوظ رکھنا ہوں گی۔

پہلی یہ کہ مدعی نے دعویٰ کسی شرعی عذر کی بنا پر ترک نہ کیا ہو۔ مثلاً مدعی چھوٹا تھا، مجنون تھا یا مسافر تھا یا مدعی علیہ ایسے گروپ کا فرد تھا جس نے زبردستی غلبہ حاصل کر لیا ہو اور مدعی نے ان وجوہ کی بنا پر دعویٰ نہ کیا ہو تو اس کا دعویٰ مرورِ زمانہ کے باوجود قابل سماعت ہوگا۔

(دُرَرُ الحکام جلد ۴ ص ۲۶۸)

دوسری یہ کہ مدعیٰ علیہ منکر ہو، اگر مدعیٰ علیہ حق کا اقرار کرنے کے بعد ادائیگی کا دعویٰ کرے تو بھی دعویٰ قابلِ سماعت ہوگا اور مدعیٰ علیہ سے ادائیگی کا ثبوت طلب کیا جائے گا۔ ثبوت پیش نہ کرسکنے کی صورت میں مدعی سے حلف لے کر اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔ آپ نے جس قانون کے متعلق سوال کیا ہے وہ ان ان دو شرائط کے مطابق ہے تو قابل نفاذ ہے۔

(دُرَرُ الحکام جلد ۴ ص ۲۶۸)

تیسری یہ کہ دعویٰ کے قابلِ سماعت نہ ہونے سے عنداللہ حق ساقط نہیں ہوگا۔ مدعیٰ علیہ دُنیا میں تو بعض صورتوں میں بری الذمہ ہوسکتا ہے، لیکن آخرت میں اس سے باز پرس کی جائے گی۔ اس قانون میں ایک شق یہ بھی ہونی چاہیے کہ بطور ثالثی ایک فرد یا گروہ فریقین کو نصیحت کے ذریعے ایک دوسرے کا حق دلوانے کی کوشش کرے اور فریقین کو ثالثی پر آمادہ کر کے ثالثی کرائی جائے۔ ایسی صورت میں ثالثی کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ اگرچہ زمانہ زیادہ گذر گیا ہو۔